

باب ۱۲

مکی دور پر ایک مجموعی نظر

اب ہمیں پیچھے پلٹ کر مکی دور کے آغاز سے ہجرت تک کی تاریخ پر ایک مجموعی نظر ڈال کر یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلامی تحریک ابتداء میں کیا سرمایہ لے کر اٹھی تھی، ۱۳ سال کی مدت میں اس سرمایہ کے اندر کس کس نوعیت کے اصنافے ہوئے، اور جب یہ مدنی دور میں داخل ہوئی تو اس کے پاس کیا سرمایہ تھا جس سے کام لے کر اُسے کئی دور کے حالات سے بالکل ہی مختلف، دوسری قسم کے حالات میں اپنی منزل مقصود کی طرف پیش قدمی کرنی تھی۔

اس تحریک کا ابتدائی، یا صحیح تر الفاظ میں بنیادی، سرمایہ صرف محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی شخصیت، اور آپ کی نبوت سے پہلے کی چہل سالہ زندگی تھی۔

حضرت کی عالی نسی | ذاتی حیثیت سے آپ عرب کے ایک شریف ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے

حسب نسب کو تمام اہل عرب جانتے تھے، اور عرب کے بکثرت قبائل، جن کو اپنے نسب پر فخر تھا،

اس بات سے واقف تھے کہ پدری اور مادری سلسلوں میں کہیں نہ کہیں جا کر ان کا نسب آپ کے

نسب سے مل جاتا ہے۔ اس لیے آپ کی حیثیت یہ نہ تھی کہ کوئی مجہول النسب، غیر معروف، گنہگار،

یا کم اصل آدمی یکا یک لوگوں کے سامنے ایک بہت بڑے دعوے کے ساتھ آگھر طاہرا ہوا ہو جسے دیکھتے

ہی کہنے والے کہہ دیں کہ اس حیثیت کے آدمی پر تو یہ دعویٰ کسی طرح نہیں سمجھتا۔ پورے عرب میں کوئی

شخص آپ کی شرافتِ نسبی پر شرمہ برابر بھی حرف گیری نہ کر سکتا تھا۔ خود شہر مکہ میں جتنے گھرانے اپنی

عزت کے غرور میں ناک پر ٹکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے، ان سب سے آپ کی اور آپ کے خاندان کی

رشتہ داریاں تھیں۔ ان میں سے بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ اپنے حسب نسب اور معاشرتی مرتبے

میں اس سے کسی طرح کم تر ہیں۔ قریش، جس کے ایک فرد آپ تھے، عرب میں سرداری کا مقام رکھتا تھا۔

اس کا اولاد اسماعیل سے ہونا ہر شک و شبہ سے بالاتر ملک کے اندر اور ملک سے باہر دور دور تک اس کے تجارتی روابط پھیلے ہوئے تھے۔ خانہ کعبہ کی تولد اور حج کی کشش کے باعث عرب کے دور دراز گوشوں تک کے لوگوں کو بہر حال اس سے سابقہ پیش آتا تھا۔ ان وجوہ سے اس قبیلے کو عرب میں وہ بلند مرتبہ حاصل تھا جو کسی دوسرے قبیلے کو حاصل نہ تھا۔ پس کتے جیسے مرکزی مقام پر، قریش جیسے ایک قبیلے میں پیدا ہونا، عرب کے ماحول میں اس تحریک کے رہنما کے لیے مثالی موقع و محل تھا۔

آپ کا بنی اسماعیل میں سے ہونا | اسماعیلی خاندان کی بزرگی و خرافت اور عورت و منزلت کے ساتھ یہ بات بھی خاص اہمیت رکھتی تھی کہ ڈھائی ہزار سال کی پوری تاریخ میں حضرت اسماعیل کے بعد اس خاندان کے کسی فرد نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اسی بات کی نشاندہی بنی عامر بن صعصعہ کے ایک جہا ندیدہ شیخ نے اس وقت کی تھی جب اس کے قبیلے کے لوگوں نے حج سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ملاقات اور گفتگو کا ذکر اس سے کیا تھا۔ انہوں نے جب اس کو بتایا کہ قریش کے ایک صاحب ہمیں ملے تھے جنہوں نے نبی کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا اور ہم سے یہ کہا کہ ہم انہیں اپنے ساتھ اپنے علاقے میں لے چلیں اور اللہ کا پیغام پہنچانے میں ان کی مدد کریں، مگر ہم نے ان کی بات قبول نہ کی، تو اس مرد کہن سال نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا "اس وقت تمہاری عقل کہاں چر نے چلی گئی تھی؟ خدا کی قسم آج تک کسی اسماعیلی نے ایسی بات جھوٹ گھر کر کبھی نہیں کہی ہے۔" یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد اسماعیل میں سے ہونے کا ایک اور فائدہ تھا۔ تاریخ یہ شہادت دے رہی تھی کہ آپ کا دعوائے نبوت برحق ہے، کیونکہ اس خاندان کا کوئی شخص کبھی نبوت کا جھوٹا دعوائے لے کر نہیں اٹھا تھا۔

آپ کی شخصیت | جہاں تک حضور کی شخصیت کا تعلق تھا، آپ کی شکل و صورت اور وضع و ہئیت اور نشست و برخاست اور رفتار و گفتار اور شائستگی اور اطوار کو دیکھ کر بچپن ہی سے عرب کے قیاد شناس یہ کہہ رہے تھے کہ یہ کوئی غیر معمولی ہستی ہے جو بعد المطلب کے خاندان میں پیدا ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کے جدِ امجد، آپ کے چچا، آپ کی رضاعی والدہ، سب کے تاثرات تاریخ میں محفوظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم ہستی ہی میں جو لوگ آپ کو قریب سے دیکھ رہے تھے وہ آپ کے اندر ایک نمایاں عظمت محسوس کر رہے تھے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ایک بالکل اجنبی آدمی بیک نظر آپ کو دیکھ کر پکار اٹھا کہ خدا

کی قسم یہ کسی مجبور ٹے انسان کا چہرہ نہیں ہے۔ جب آپ جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ کی شان ہی کچھ ایسی تھی کہ آپ کے اہل وطن اور اہل قبیلہ آپ کی شخصیت سے مرعوب ہوتے چلے گئے۔ لوگ خود بخود آپ کا احترام کرتے تھے، کیونکہ وہ اپنے معاشرے کی عام سطح سے آپ کو بہت بلند پاتے تھے۔ آپ کی وجاہت، آپ کا وقار، آپ کی سنجیدگی، آپ کی نفاست و پاکیزگی، آپ کی عالی ظرفی، آپ کی کریم النفسی اور آپ کی بے داغ سیرت ایسی نمایاں تھی کہ جن لوگوں کو بھی آپ سے سابقہ پیش آتا تھا وہ آپ کی تکریم و عزت کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہ رعب اُس وقت بھی کار فرما رہا جب اسلام کی دعوت پیش کرنے کی وجہ سے قریش کے لوگ آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ دشمنی کے جوش میں پاگل ہو کر بسا اوقات وہ آپ کے ساتھ بڑی بڑی بیہودگیاں کر بیٹھتے تھے، لیکن جس درجے کی دشمنی ان کے سینوں میں آگ کی طرح بھڑک رہی تھی، اور جس دشمنی کی بنا پر وہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور قریب تری خوئی رشتہ داروں تک کو اذیت ناک مظالم سے معاف نہیں کر رہے تھے، اس کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خامی رعب تھا جو آپ کے مقابلے میں آکر انہیں بے بس کر دیتا تھا۔ آپ نے دعوت عام شروع کرنے کے بعد محنت سے محنت حالات میں بھی کھلم کھلا اپنی تبلیغ جاری رکھی۔ شعب ابی طالب میں محصور ہو جانے کے باوجود آپ برابر اُس حصہ سے نکل کر دعوت کا کام انجام دیتے رہے۔ مکہ کے آخری تین سال، جو انتہائی محنت تھے، ان میں بھی آپ صرف مکے میں آنے والوں ہی سے نہیں، عکاظ اور مہجہ اور ذی الحجہ اور مینا کے اجتماعات میں قبائل اور ان کے سرداروں سے بھی علانیہ ملاقاتیں کر کے اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی شخصیت میں کوئی ایسی زبردست طاقت تھی جس کی وجہ سے کوئی آپ کو فرائن رسالت انجام دینے سے باز نہ رکھ سکا۔ پچھلے صفحات میں آپ کی نگاہ سے وہ مثالیں گذر چکی ہیں جو بتاتی ہیں کہ آپ کا بدترین دشمن، ابو جہل تک آپ سے کس درجہ مرعوب تھا۔

نبوت سے پہلے کی زندگی | اب دیکھیے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال تک آپ کی جو زندگی مکے میں گزری تھی، اُس کے اثرات کیا تھے۔ یہ زندگی صرف بے داغ ہی نہ تھی، بلکہ تری سیرت و کردار کا ایک نمونہ تھی جس معاشرے میں آپ بچپن سے ادھیر عمر تک رہے بسے تھے، جس کے لوگوں کو ہر پہلو سے آپ کے ساتھ رشتہ داری، ہمسائیگی، میل جول، دوستی، الین دین، عرض طرح طرح کے معاملات میں شب و روز سابقہ پیش آتا رہتا تھا، ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کی سچائی، آپ کی دیانت، آپ کی شرافت، آپ کی اخلاقی پاکیزگی، آپ کے

حسن سلوک، آپ کی رحمدلی اور آپ کی ہمدردی و فیاضی کا معترف نہ ہو۔ آپ مجسم خیر تھے، کسی کو آپ سے شکر کا شجر بہ نذر کنار، اس کا اندیشہ تک کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ کے اوپر لوگوں کا اتنا اعتماد تھا کہ وہ آپ کو "ابن" کہتے تھے، اور یہ اعتماد اس وقت بھی قائم رہا جب اسلام کی دعوت پیش کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس حالت میں بھی دوست دشمن، سب اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھواتے رہے، کسی کو آپ سے خیانت کا خطرہ نہ تھا، اور آپ نے قتل گاہ سے نکلنے وقت بھی آن کی رکھوائی ہوئی امانتیں واپس کرنے کا اہتمام فرما کر اپنا کامل و اکمل امین ہونا قطعی طور پر ثابت کر دیا۔ آپ کی صداقت اس معاشرے میں اس درجہ مستحکم تھی کہ جب آپ نے اسلام کی دعوت شروع کی اور قریش کے لوگوں نے اس کو پورے زور شور کے ساتھ جھٹلایا، اس وقت بھی مخالفین آپ کو جھوٹا کہنے کی ہمت نہ کر سکے، بلکہ اس دعوت ہی کو جھوٹ کہنے رہے جو آپ نے پیش فرمائی تھی۔ بدترین عداوت کے دور میں بھی کوئی آپ کی سیرت و کردار پر کسی ادنیٰ درجے میں بھی حرف زنی نہ کر سکا۔ آپ سے قریب ترین تعلق جن لوگوں کا تھا، جن سے کوئی عیب نہ چھپ سکتا تھا (اگر معاذ اللہ وہاں کوئی عیب ہوتا) وہی سب سے بڑھ کر آپ کے گردیدہ اور آپ کے فضائل اخلاق سے متاثر تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے لیے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی درخواستیں رد کر دیں، اور خود خواہش کر کے آپ سے اسی بنا پر شادی کی کہ وہ آپ کی اخلاقی خوبیوں پر فدا ہو گئی تھیں۔ پندرہ برس کی ازدواجی زندگی اس بات کے لیے بالکل کافی ہوتی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے عیب و صواب سے خوب واقف ہو جائے، خصوصاً جب کہ وہ شوہر سے عمر میں بڑی بھی ہو، عاقل و فرزانہ بھی ہو، اور شوہر اسی کے مال سے کاروبار تجارت بھی کر رہا ہو۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس طویل اور انتہائی قریبی مشاہدے اور تجربے کا نتیجہ جو کچھ نکلا وہ یہ تھا کہ انہوں نے آپ کو محض ایک بلند پایہ انسان ہی نہیں، بلکہ اتنا عالی مرتبہ انسان پایا کہ انہیں آپ کو رسول رب العالمین مان لینے اور آپ پر ایمان لے آنے میں ایک لمحہ بھی تاثر نہ ہوا۔ حالانکہ ایک بناوٹی آدمی کی دنیا دار بیوی اس کے فرائد میں چاہے کتنا ہی حصہ لیتی رہے، وہ دل سے نہ کبھی اس کی معتقد ہو سکتی ہے اور نہ اس پر ایمان لاسکتی ہے۔

حضرت زید بن حارثہ کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غلامی کی حالت میں شروع ہوا

مختا۔ آقا اور غلام کے درمیان خوشگوار رابطہ بھی ایک تا در الواقع چیز ہے کجا کہ غلام کو آقا سے محبت ہو، کیونکہ وہ بالکل بے بس ہوتا ہے اور آقا اس سے ہر طرح خدمت لینے کا حق دار ہوتا ہے، خواہ وہ خدمت اس کے لیے کتنی ہی شاق اور اس کی طبیعت پر کتنی ہی گراں ہو۔ اس کے علاوہ غلام کو آقا کی زندگی کے اچھے اور بُرے سب پہلو دیکھنے کا موقع ملتا ہے، اور ایک بے اختیار خادم کی حیثیت سے اس کے سامنے اپنے مختار مطلق آقا کی زندگی کے بُرے پہلو زیادہ آتے ہیں۔ لیکن حضور ایسے آقا تھے کہ غلام آپ کا گر ویدہ ہوتا چلا گیا، حتیٰ کہ جب اس کے باپ اور چچا اُسے غلامی سے چھڑانے کے لیے آئے تو اس نے آزاد ہو کر اپنے اہل جانے کی بہ نسبت حضور کی غلامی میں رہنے کو ترجیح دی۔ ۱۵ سال آپ کی خدمت میں رہ کر یہ غلام، جسے آپ نے آزاد کر کے بیٹا بنا لیا تھا، آپ کے اخلاق کریمانہ سے اتنا متاثر ہوا کہ جب اُسے آپ کے منصب نبوت پر سرفراز ہونے کا علم ہوا تو اُس نے بھی حضرت خدیج کی طرح آپ پر ایمان لانے میں ایک لمحہ بھر بھی توقف نہ کیا۔ وہ کوئی ناسمجھ بچہ نہ تھا بلکہ ۳۰ برس کا جوان تھا اور ایسا ذکی و دانشمند تھا کہ شہرہ میں وہ اس فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا گیا جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید جیسے لوگ اس کے ماتحت تھے۔ اس لیے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ کوئی کم عقل خادم تھا جسے نبوت و رسالت کی اہمیت معلوم نہ تھی اور محض اپنے مخدوم کی شخصیت سے مرعوب ہو کر وہ بے سمجھے بوجھے ایمان لے آیا تھا بلکہ درحقیقت اس نے اپنے پندرہ سال کے طویل تجربے میں آپ کو اتنا عالی مرتبہ انسان پایا تھا کہ اسے آپ کے رسول خدا ہونے میں ذرہ برابر شک لاحق نہ ہوا۔ حضور کی اسی اخلاقی فصیلت کو چند سال پہلے وہ اپنے باپ کے سامنے نہ جانے کی وجہ بتا چکا تھا۔

ایسا ہی معاملہ حضرت ابو بکرؓ کا تھا جو بیس سال سے آپ کے ہم نشین ہی نہیں بلکہ گہرے دوست تھے، حضرت علیؓ کا تھا جنہوں نے آپ کے گھر ہی میں پرورش پائی تھی اور زقرہ بن نوفل کا تھا جو بچپن سے حضور کی زندگی دیکھتے چلے آ رہے تھے اور حضرت خدیجہؓ کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے جنہیں آپ کو اور زبادہ جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا تھا۔ پھر ابتدائی مسلمانوں کو دیکھیے حضرت عثمانؓ آپ کی چھوٹی بہن کے نواسے تھے۔ حضرت زبیرؓ آپ کے چھوٹی زاد بھائی اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابوسلمہؓ آپ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے اور چھوٹی زاد بھائی بھی حضرت

جعفر بن ابی طالب آپ کے سگے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص آپ کی والدہ ماجدہ کے رشتہ دار تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی سیرت و کردار کے ہر پہلو کو قریب سے نہ دیکھ چکا ہو، اور یہی لوگ آپ کی نبوت کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والوں میں سے تھے۔

نبوت کے بعد آپ کے اوصاف عالیہ کا ظہور کسی تحریک کا آغاز ہی اگر ایسی عظیم و جمیل ہستی کی رہنمائی میں ہو تو یہ بجائے خود بہت بڑا سرمایہ ہے۔ لیکن شروع ہونے کے وقت سے ۱۳ سال تک اس ابتدائی سرمایہ میں جو مزید اضافے ہوئے وہ اتنے قیمتی تھے کہ انسانی تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سب سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کو دیکھیے جو اس دور میں نمایاں ہو کر سامنے آئے اور سب سے بڑھ کر اس دعوت کو فروغ دینے کے موجب بنے۔

آپ کا مالی ایشیا | آپ کا اولین وصف وہ ایشیا تھا جو آپ نے اس کا عظیم کے لیے کیا۔ آغاز نبوت کے وقت آپ ایک نہایت کامیاب اور خوش حال تاجر تھے۔ ایک طرف حضرت خدیجہ کا مال تھا جو قریش کے دوسرے تاجروں کے مجموعی مال سے کم نہ تھا۔ دوسری طرف آپ کی ذمات و فراست، حسن تدبیر اور راستبازی کی ساکھ تھی، جس کا مقابلہ کوئی دوسرا نہ کر سکتا تھا۔ یہ دونوں چیزیں جس کا روبرو ہیں یکجا جمع ہو گئی ہوں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیسی زبردست ترقی کر رہا ہوگا۔ لیکن نبوت سے پہلے اس مال کو حضور اور آپ کی شریک جیانت محض اپنے عیش و آرام کے لیے مخصوص نہیں کر رکھا تھا، بلکہ نہایت دریا دلی کے ساتھ آپ اسے رشتہ داروں سے صلہ رحمی، حاجت مندوں کی مدد، بے کسوں کی دست گیری اور مسافروں کی مہمان نوازی پر خرچ کرتے رہے تھے اور ہر کارِ خیر میں آپ نے پڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اس لیے آغاز نبوت میں کوئی بہت بڑا اندوختہ آپ کے پاس نہ تھا۔ پھر جب فراتس نبوت کا بار آپ پر ڈالا گیا تو رفتہ رفتہ آپ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دیا، اور آپ کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ تبلیغ دین کے سناٹے اپنی تجارت بھی چلا سکیں۔ نبوت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب آپ تشریف لے گئے تو آپ کو پیدل ہی جانا پڑا۔ کوئی سواری آپ کو میسر نہ تھی۔ ہجرت کی تو اس کے ساتھ مصادف حضرت ابو بکرؓ نے برداشت کیے، حتیٰ کہ اہل دیال کو مدینے بلانے کے لیے بھی آپ کو ۵۰۰ درہم جناب مدینے سے لینے پڑے۔ آپ کا دست مبارک لوہے و دینار سے بالکل خالی تھا۔ ظاہر ہے کہ

جب ایک دعوت کا پیش کرنے والا خود اس دعوت کے کام پر اپنے ذاتی مفاد کو اس طرح قربان کر رہا ہو تو ہر دیکھنے والا اس بات کا قائل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بالکل مخلص اور بے غرض ہے، حتیٰ کہ دشمن اور مخالف تک زبانوں سے خواہ کچھ ہی کہتے رہیں، اپنے دلوں میں یہ مانا جاتے ہیں کہ اس دعوت کے ساتھ اس کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کے ساتھ آتے ہیں ان کے لیے ان کے رہنما کی مثال ایسی سبق آموز ہوتی ہے کہ وہ بھی حق کو محض حق ہونے کی بنا پر مانتے ہیں، کسی ذاتی غرض کا لوٹ ان کے ایمان کے ساتھ لگا ہوا نہیں ہوتا، اور ایسا روقربانی میں بھی وہ اپنے مددگار کی پیروی کرتے ہیں۔

آپ کا زبردست عزم | دوسری چیز آپ کے عزم کی پختگی تھی جسے مشکلات و مصائب اور منافقتوں کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بھی شکست نہ دے سکا، جسے نہ کوئی خوف اپنی جگہ سے ہٹا سکا، نہ کوئی لالچ پھسلا کر راہ حق سے منحرف کر سکا، اور نہ کسی قسم کے سخت سے سخت حالات مایوسی و دل شکستگی میں تبدیل کر سکے۔ وہ آپ کی پہاڑ جیبن استقامت ہی تھی جس سے مگر اگر ساری مخالف طاقتیں آخر کار اس بات سے مایوس ہو گئیں کہ اپنے کسی حربے، کسی مظاہرہ قوت، کسی ظلم و ستم، کسی تخریب و تزعزبعہ، کسی افتر پردازی اور الزام تراشی کی مہم اور کسی بڑے سے بڑے ہتھکنڈے سے وہ آپ کو اس کام سے باز رکھ سکیں گے جسے لے کر آپ اٹھے ہیں دیکھنے والے آپ کی اس اولوالعزمی کو ساہا سال تک بالکل بے لچک پا کر یہ اٹھیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے کہ جب تک کسی شخص کو اپنے حق پر ہونے کا کامل یقین نہ ہو، اور جب تک کوئی شخص ذاتی اغراض کی کھوٹ سے بالکل پاک نہ ہو، وہ اپنے عزم میں اتنا مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اسی چیز نے آپ کے ساتھیوں میں بھی ایمان کی مضبوطی اور راہ حق میں استقامت پیدا کی، اور اسی نے تمام غیر جانبدار لوگوں کو بھی قائل کر دیا کہ آپ جو دعوت پیش کر رہے ہیں وہ خالص حق پرستی پر مبنی ہے۔

آپ کی بے نظیر شجاعت | تیسری چیز آپ کی بے خوفی اور شجاعت و بہادری تھی جو کسی بڑی سی بڑی طاقت سے دب جانا اور کسی بڑے سے بڑے خطرے سے ڈر جانا جانتی ہی نہ تھی۔ کفار و قریش کا ایک بچھا ہوا مجمع آپ کو حرم میں تنہا گھیر لیتا ہے اور آپ سے کہتا ہے کہ تم وہ ہو جو یہ کہتے ہو، اور تم وہ ہو جو یہ کہتے ہو۔ ان ساری باتوں کے جواب میں آپ بے جھجک فرماتے چلے جاتے ہیں کہ ہاں میں یہ کہتا ہوں اور میں یہ بھی کہتا ہوں۔ جان کے دشمن لوگوں میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پا کر آپ پر ذرا سی گھبراہٹ تک طاری نہیں

ہوتی۔ غابریٹور کے عین دھانے پر دشمن پہنچ جاتے ہیں، اور آپ پورے اطمینان کے ساتھ اس وقت نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر عروض کرتے ہیں کہ یہ ظالم اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ بڑے ٹھنڈے دل سے، کسی ادنیٰ درجہ کی پریشان خاطرگی کے بغیر فرماتے ہیں کہ ابو بکر تمہارا اُن دو آدمیوں کے متعلق کیا خیال ہے جن میں تیسرا اللہ ہو، گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دشمنوں نے آپ کے مبارک کے لیے انعام مقرر کر رکھا ہے۔ ہر طرف انعام کے لالچ میں آپ کی تلاش کے لیے لوگ دوڑے پھر رہے ہیں۔ اور آپ اطمینان کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سفر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ کسی طرف مڑ کر بھی یہ نہیں دیکھتے کہ کہیں کوئی تعاقب میں تو نہیں چلا آ رہا ہے۔ ایسے بہادر رہنما کے ساتھ بہادر لوگ ہی آتے ہیں، اور اُس کی بہادری دیکھ دیکھ کر ان کی بہادری میں اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ دشمن بھی خواہ دشمنی میں کتنا ہی اندھا ہو چکا ہو، اُس کے اس وصف کی قدر کیے بغیر نہیں رہتا۔ اس کی ہمت بیٹھ جاتی ہے جب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سابقہ ایک ایسے شخص سے ہے جو ڈر نام کی کسی چیز کو جانتا ہی نہیں۔ کسی شخربک کے لیے، اور خصوصاً اسلامی شخربک کے لیے اس کے رہنما کا بڈر اور بے خوف اور شجاع ہونا ایک بڑا اہم وصف ہے۔ رہنما کی بزدلی، بلکہ اس کی شجاعت میں ذرا سی کمزوری بھی آزمائش کے مواقع پر پوری شخربک کو لے بیٹھتی ہے۔

آپ کی عالی ظرفی | چونکہ اہم ترین وصف آپ کا صبر و تحمل، ضبط نفس، اور بلند حوصلہ تھا۔ آپ مخالفین کی کسی رکیک سے رکیک حرکت پر بھی کبھی غصے میں آپ سے باہر نہ ہوئے۔ کسی گالی کا جواب آپ نے گالی سے نہ دیا۔ کسی بدزبانی اور کسی بیہودہ الزام کے جواب میں آپ کی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی شائستگی سے گرا ہوا نہ نکلا۔ دشمنوں نے بار بار ایسی حرکتیں کیں جو سخت دلائل اور سخت اشتعال انگیز تھیں۔ مگر آپ بڑی عالی ظرفی کے ساتھ ہر بات کو پی گئے، اور ان کی جوابی جواب بُرائی کے بجائے بھلائی ہی سے دیتے رہے۔ مکہ معظمہ کے طویل دورِ مصائب میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں تہذیب و نزاکت کا دامن آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہو۔ یہ وہ چیز تھی جو گرد و پیش کے معاشرے میں آپ کا اخلاقی وقار بڑھانی چلی گئی اور آپ کے مخالفوں کو ہر اُس شخص کی نظر سے گراتی چلی گئی جس کے اندر ذرہ برابر بھی اخلاق و شرافت کا کوئی جوہر موجود تھا۔ طائف سے زیادہ سخت وقت آپ پر کبھی نہ گزرا تھا۔ مگر اُس وقت بھی آپ کے دل اور زبان سے دُعا ہی نکلی اور آپ اس پر راضی نہ ہوئے کہ ان ظلم کے بدلے میں ظالموں پر خدا

کا عذاب نازل ہو۔ میدان جنگ سے پہلے ہی اخلاقی کے میدان میں آپ اپنے مخالفوں کو شکست دے چکے تھے، اور اس شکست پر آخری مہر اُس وقت لگ گئی جب قتل گاہ سے نکلنے وقت بھی آپ نے اہل مکہ کی امانتیں اُن کو واپس دینے کی فکر فرمائی۔ کوئی بالکل ہی مردہ ضمیر ہوگا جو اس کے دار کو دیکھ کر اپنے دل میں مان نہ گیا ہو کہ جاہلیت کے حامی اُس شخص سے لڑ رہے ہیں جو اُن کی قوم ہی کا نہیں، ساری دنیا کا شریف ترین انسان ہے۔ اسلامی تحریک میں شامل ہونے والوں کی اخلاقی تربیت کے لیے بھی ہزار وعظوں سے بڑھ کر اپنے ہادی و رہبر کی پر عملی مثال موثر تھی۔ اسی کا اثر تھا کہ جس نے بھی آپ کی پیروی اختیار کی وہ اخلاق کے اعتبار سے اپنے معاشرے میں اتنا بلند ہو گیا کہ ہر دیکھنے والا علانیہ جنت پرست اور خدا پرست کے فرق کو دیکھ سکتا تھا۔

آپ کے قول اور عمل میں کامل مطابقت | پانچواں اور سب سے زیادہ اہم وصف یہ تھا کہ آپ کے قول اور عمل میں برائے نام بھی کوئی تضاد نہ تھا۔ جو کچھ آپ کہتے تھے وہی کرنے بھی تھے۔ جن چیزوں کو آپ نے بُرا کہا اور لوگوں کو ان سے منع کیا، اُن کا ادنیٰ اثابہ تک آپ کی سیرت و کردار میں نہ پایا جاتا تھا۔ مکے کے لوگ آپ کی گھر سے باہر کی زندگی ہی کو نہیں، گھر کے اندر کی زندگی کو بھی دیکھ سکتے تھے، کیونکہ ان میں کتنے ہی لوگ آپ کے والد ماجد، یا آپ کی والدہ ماجدہ، یا آپ کی اہلیہ محترمہ کے رشتہ دار تھے۔ لیکن کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ آپ دوسروں کو جن بُرائیوں سے روکتے ہیں وہ، یا ان میں سے کوئی ایک کم سے کم درجے کی بُرائی بھی آپ کی اپنی زندگی میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح جن نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے تھے، سب سے بڑھ کر آپ خود ان پر عمل پیرا تھے۔ آپ کی زندگی اُن کا مجسم عملی نمونہ تھی۔ کوئی اس امر کی کبھی نشاندہی نہ کر سکا کہ آپ سے اُن بھلائیوں پر عمل کرنے میں کوئی ادنیٰ درجے کی بھی کوتاہی ظاہر ہوئی ہے۔ کسی تحریک کی کامیابی کے لیے عموماً، اور اسلامی تحریک کے لیے تو خصوصاً یہ بہترین ضمانت ہے کہ اُس کا رہنما قول و عمل کے تضاد سے بالکل پاک ہو، اور اس کی تعلیم محض زبانی جمع خرچ نہ ہو بلکہ اُس کی اپنی عملی زندگی اُس تعلیم کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اس کا گہرا اثر لازماً ان لوگوں پر بھی پڑتا ہے جو ایسے رہنما کی پیروی اختیار کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جو غیر منغصب نگاہ سے جستجوئے حق کی خاطر اُسے دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ متعصب مخالفین میں سے بھی ایک بڑی تعداد بالآخر اس سے مستتر ہو کر رہتی ہے۔

آپ کا تمام تقصبات سے پاک ہونا | چھٹا وصف، جو اپنی اہمیت میں کسی دوسرے وصف سے کم نہیں، یہ تھا کہ آپ ہر تعصب سے پاک تھے۔ قبیلے، قوم، وطن، زبان، رنگ، نسل، غرض کسی چیز کا تعصب بھی آپ کے اندر نہ تھا۔ نہ آپ امیری و غریبی کے لحاظ سے انسان اور انسان کے درمیان فرق کرتے تھے، اور نہ معاشرتی مرتبے کی ادنیٰ نیچ آپ کے لیے کوئی معنی رکھتی تھی۔ آپ انسان کو صرف انسان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے تھے، اور انسانوں میں سے جو بھی حق کو قبول کر لیتا اسے آپ کی جماعت میں بالکل برابر کا درجہ حاصل ہوتا تھا، خواہ وہ قریشی ہو یا غیر قریشی، خواہ وہ عرب ہو یا حبشی یا رومی، خواہ وہ کالا ہو یا گورا، خواہ وہ غریب ہو یا امیر، خواہ وہ جاہلیت کے معاشرتی نظام کی رو سے "شریف ہو یا" کمین"۔ یہی وہ چیز تھی جس نے اسلامی تحریک کے یوم آغاز ہی سے اس کے ایک عالمگیر تحریک ہونے کی بنا ڈال دی تھی، امت مسلمہ کو ایک بلالہ ترقی امت کی حیثیت بخش دی تھی، اسلام قبول کرنے والوں کے اندر سے اسلام و کفر کے سوا ہر دوسری بنیاد پر انسان اور انسان کے درمیان امتیاز کا احساس مٹا دیا تھا اور ان کی جماعت میں غلام اور آزاد، غریب اور امیر، برتر اور کمتر، عرب اور غیر عرب، سب بالکل مساوی حیثیت سے شریک تھے، اور شریک ہو سکتے تھے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہوں۔ عرب کے قلیل التعداد منکبڑوں کو چھوڑ کر باقی عام آبادی کے لیے یہ چیز اپنے اندر ایک فطری کشش رکھتی تھی جو بالآخر کارگر ثابت ہو کر رہی۔

یہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو ۱۳ برس کے مکی دور میں ظاہر ہوئے اور جن کو زبردست قوتِ تاثیر سے دشمنوں کی ساری کوششوں کے علی الرغم اسلامی تحریک آگے ہی آگے بڑھنی گئی۔ مزید اوصافِ عالیہ ابھی آپ کے اندر مخفی تھے اور اپنے ظہور کے لیے دوسرے حالات کے متقاضی تھے جو آگے چل کر اسلامی تحریک کو دینے میں پیش آئے۔

قرآن کی قوتِ تسخیر | اس تحریک کا دوسرا عظیم ترین سرمایہ قرآن مجید تھا جس کا دو تہائی سے کچھ کم حصہ مکہ معظمہ میں نازل ہوا۔ عرب کے لوگ فصاحت و بلاغت اور در بیان کے عاشق تھے۔ یہی عشق انہیں سکناظ جیسے میلوں میں شعراء اور فصحاء کا کام سننے کے لیے کھینچ لے جاتا تھا۔ مگر قرآن سن کر ان کی نگاہ میں بڑے سے بڑے زبان آوروں کی کوئی وقعت باقی نہ رہی۔ شاعر و خطیب اس کے آگے گنگ ہو گئے۔ ادب کے لحاظ سے اس کی زبان اتنی بلند تھی کہ کوئی اس سے بلند نہ ہو سکتا، اس کے برابر بھی ادنیٰ ادب کا تصور نہ کر سکتا تھا۔ اس کا بیان ایسا وجد آور تھا کہ لوگ اس کو سن کر سر دھنسنے لگتے تھے، مخالفین اسے

سحر (جادو) کہتے تھے، اور غیر متعصب لوگ پکارا ٹھٹھنے تھے کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اُس کی شدت تاثر کا حال یہ تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے سخت دشمن اسلام کا دل اُس نے پگھلا دیا اور انہیں رسول اکرم کے قدموں میں لٹا ڈالا۔ قریش کے ایک نامور سردار جبیر بن مطعم جناب بدر کے بعد امیروں کی رہائی پر بات چیت کرنے کے لیے مدینہ گئے۔ وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور اس میں سورہ طور زیر تلاوت تھی بخاریؓ۔ مسلم میں اُن کا اپنا نول منقول ہوا ہے کہ آیات ۳۵ تا ۳۹ جب حضور پڑھ رہے تھے تو میرا دل سینے سے اڑا جاتا تھا۔ بعد میں ان کے مسلمان ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اُس روز یہ آیات سن کر اسلام اُن کے دل میں جوڑ پکڑ چکا تھا۔ اسی لیے دشمن کو کشش کرتے تھے کہ لوگ آسے نہ سنبھیں، مگر خود اُن سے رہا نہ جاتا تھا اور چھپ چھپ کر اُسے سنتے تھے۔ اس انتہائی مؤثر کلام کے ذریعے سے شرک اور جاہلیت کے ایک ایک پہلو پر ایسی مدلل تنقید کی گئی کہ کسی معقول آدمی کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ اُن عقائد اور رسوم اور اخلاقی برائیوں کے حق میں ایک لفظ بھی کہہ سکتا جن پر قریش اور عرب کے مذہب اور تمدن کی بنا قائم تھی۔ پھر اسی کلام کے ذریعہ سے کمال درجہ دل نشین پیرائے میں اسلام کے عقائد، اس کے اصولی تہذیب و تمدن اور اس کی اخلاقی تعلیمات کو پیش کیا گیا جن کی تردید میں کسی بڑے سے بڑے مخالف کے لیے بھی زبان کھولنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس کے بعد کفار مجبور ہو گئے کہ اسلام کو نیک دینے کے لیے بار پیٹ، ظلم و ستم، گالی گلوچ، کذب و افترا اور شور و شغب کے ہتھیاروں سے کام لیں۔ مگر یہ بجائے خود ان کی طرف سے دلیل و حجت اور اخلاق و شرافت کے میدان میں اپنی شکست کا عملی اعتراف تھا۔ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی معقولیت کا شائبہ پایا جاتا تھا، اس معرکے کے دونوں فریقوں کو دیکھ کر یہ محسوس کرتا چلا گیا کہ منکرین و منافقین کے پاس قرآن کے دلائل اور اُس کی پاکیزہ تعلیم کا کوئی جواب اوچھے ہتھکنڈوں اور انسانیت سے گری ہوئی جالوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ کھلا معرکہ صرف مکے ہی میں لوگوں کے سامنے برپا نہ تھا، بلکہ تمام عرب کی نگاہیں بھی اس کو دیکھ رہی تھیں۔ مکے میں تو خیر شب و روز ہی عوام و خواص سب کسی نہ کسی طرح قرآن بھی لسنی رہے تھے اور اُن کا ردوائیوں کو بھی دیکھ رہے تھے جو سرداران قریش اور ان کے زبیراثر اوباش لوگ قرآن کے جواب میں کہہ رہے تھے۔ لیکن دس بس تک ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکاظ سے منیٰ تک کے اجتماعات میں تشریف لے جا کر عرب کے ہر حصے سے آئے ہوئے لوگوں کو قرآن سناتے رہے، اور ابو جہل اور ابو لہب جیسے لوگ بدسر عام آپ کو پیٹھ مار کر اور آپ پر خاک دھول اُڑا کر اُن کو یہ بتاتے رہے کہ اس کلام کا جواب

ان کے پاس کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتے میں بھی ساری رکاوٹوں کے باوجود اسلام پھیلتا چلا گیا، اور عرب میں عرب میں بھی کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جس میں کچھ نہ کچھ لوگ اسلام سے متاثر نہ ہو گئے ہوں۔ مکی دور میں صورت حال یہ تھی کہ علانیہ اسلام قبول کر لینے والے لوگ تو کم تھے، مگر ان سے بیسیوں گئے زیادہ ایسے اشخاص معاشرے میں موجود تھے جن کے دلوں میں قرآن کی تعلیم، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و تکریم، اور آپ کے مظلوم ساتھیوں کے لیے ہمدردی، اور قریش کے سراسر بے جا ظلم و ستم کے لیے نفرت جاگزیں نہ ہو گئی ہو۔ اس دور کا یہ کام بھی پوری طرح باہر آ رہا ہے کہ ایک مدینے کا طالب تھا جو ٹھیک اپنے وقت پر اس کے لیے آغوش کھولی کر سامنے آ گیا۔

حضور پر ایمان لانے والوں کے اوصاف | تیسرا بڑا سرا یہ ایمان لانے والے مسلمانوں کا وہ چیدہ گردہ تھا جو اس تحریک کو ۱۳ سال کے دوران میں میسر آیا۔ یہ وہ صاف دماغ اور سنجھے ہوئے ذہن کے لوگ تھے جنہوں نے شرک و جاہلیت کے اس تاریک ماحول میں پرورش پانے کے باوجود قرآن مجید کی تعلیمات سن کر اپنے دینِ آباؤی کا غلط اور دینِ اسلام کا برحق ہونا تسلیم کر لیا اور کوئی تعصب انہیں ایمان لانے سے نہ روک سکا۔ ان کو معلوم تھا کہ اپنے خاندان اپنے قبیلے اور اپنے سٹہ کے عام لوگوں کی رائے کے خلاف اسلام قبول کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے کے کیا معنی ہیں۔ ایمان لانے والوں پر جو عذاب توڑے جا رہے تھے وہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ مگر وہ اس دل گردے کے لوگ تھے کہ کوئی خوف انہیں باطل کو رد اور حق کو قبول کرنے سے نہ روک سکا۔ انہوں نے ہر طرح کے ظلم صرف اس لیے سہے کر جس چیز کو وہ باطل سمجھ چکے تھے اس کی پیروی کرنا انہیں کسی حال میں گوارا نہ تھا، اور جس چیز کا حق ہونا انہیں معلوم ہو چکا تھا اسے چھوڑنے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ انہیں جبری طرح مارا پیٹا گیا۔ انہیں اٹا لٹکا یا گیا۔ انہیں بھوک پیاس کی مار دی گئی۔ انہیں باندھ کر قید تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ ان کو آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔ انہیں تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا۔ ان کے تجارت پیشہ یا صنعت پیشہ لوگوں کا کاروبار بٹھا دیا گیا۔ ان کے بڑے بڑے باعوت لوگوں کو برسر عام ذلیل کیا گیا۔ مگر یہ سب کچھ انہوں نے محض حق کی خاطر برداشت کر لیا اور ان میں سے کسی ایک مرد یا عورت کو بھی ایمان سے کفر کی طرف نہ پھیرا جاسکا۔ انہوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے دو دفعہ حبش کی طرف اور آخر میں مدینے کی طرف ہجرت کی، گھر بار، مال اسباب، عزیز رشتہ دار، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں سے بکثرت ایسے تھے جو تن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ لے جاسکے۔ ان کے اس طرز عمل نے

ثابت کر دیا کہ اسلامی تحریک کو وہ انتہائی مخلص و جہاں نثار فدائی مل گئے ہیں، جو اگرچہ مٹھی بھر ہیں، مگر ایسے بہادر ہیں کہ اپنے دین کے لیے ہر قربانی دے سکتے ہیں، ہر مصیبت جھیل سکتے ہیں، ہر تکلیف و اذیت برداشت کر سکتے ہیں، اور ہر بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر سکتے ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ ایسا عظیم اخلاقی انقلاب قرآن کریم کی تعلیم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ان کی زندگی میں رونما ہو گیا کہ اپنی راستبازی و نیت، اپنی پرہیزگاری و طہارت، اپنی خدا ترسی و خدا پرستی، اپنی عفت و پاکدامنی، اپنی خیریت و شائستگی اور اپنی مضبوط اور قابل اعتماد سیرت کے اعتبار سے صرف عرب ہی میں نہیں، دنیا بھر میں ان کا جواب نہ پایا جاتا تھا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاشرے میں ایک منارۃ نہر کی طرح نمایاں تھے، اسی طرح آپ کے ساتھیوں کی زندگی کا اخلاقی انقلاب بھی اس قدر ظاہر و باہر تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کفار کی ادران کی اخلاقی حالت کا فرق علانیہ دیکھ سکتی تھی۔ تعصب اور عناد کی بنیاد پر مخالفین زبان سے اس کا انکار کر سکتے تھے، مگر ان کے دل جانتے تھے کہ قدیم جاہلیت کیا سیرت و کردار پیدا کرتی تھی، اور یہ نیا دین کس سیرت و کردار کے انسان تیار کر رہا ہے۔

انصار مدینہ کے اوصاف | چوتھا عظیم اور بیش قیمت سرمایہ جو مکی دور کے آخری تین سالوں میں اسلامی تحریک کو ملا وہ مدینہ کے انصار کا خلوص ایمانی تھا۔ ان لوگوں کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت میسر آئی تھی، نہ آپ کی اور آپ کے صحابہ کی پاکیزہ زندگیوں کو دیکھنے کا موقع ملا تھا، نہ قرآن پاک کا اتنا علم حاصل ہوا تھا جو مکے کے اہل ایمان کو حاصل تھا، لیکن یہ ایسے سلیم الطبع اور صحیح الدماغ لوگ تھے جو معنی کی ایک جھلک دیکھتے ہی اس پر فدا ہو گئے۔ صدیوں کی رچی بسی مشرکانہ جاہلیت کو انہوں نے اسلام کی صراط مستقیم کا نشان پاتے ہی اپنے دل و دماغ سے گرد کی طرح جھٹک کر نکال پھینکا۔ وہ پتے پھلوں کی طرح اسلام کی جھولی میں یوں بھڑتے چلے گئے کہ ۱۳ سال کے اندر مکے میں جتنے لوگ ایمان لائے تھے، تین سال میں ان سے بہت زیادہ مردوں اور عورتوں اور جوانوں اور بوڑھوں نے مدینہ میں ایمان قبول کر لیا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وہ ایسے خلوص کے ساتھ ایمان لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھی تمام اہل ایمان کو انہوں نے اپنے ہاں ہجرت کر آنے کی دعوت دے دی، حالانکہ یہ دعوت دیتے وقت وہ خوب جانتے تھے کہ اس کے نتیجے میں انہیں تمام عرب کی دشمنی مول لینے ہوگی، جیسا کہ آخری بیعت حبشہ کے موقع پر ان کی تقریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ انہوں نے حضور

اور آپ کے مکی صحابہ کے لیے اپنے شہر کو دارالہجرت کے طور پر پیش کر دیا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے پوری غمش دلی اور رضا مندی سے آپ کو اپنا حاکم و فرمانروا تسلیم کیا، آپ کی وفادار رعیت اور جاں نثار لوج بن گئے، آپ کے ساتھ ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو اپنے شہر میں اپنے ساتھ برابر کے حقوق دیے اور اپنے گھر، اپنے مال اور اپنی جائیدادوں تک کو ان کے لیے پیش کر دیا۔

اسی چیرنے تاریخ کا رخ بدل ڈالا۔ اسلام کو ایک دعوت اور نگر یک کے مقام سے اٹھا کر ایک معاشرے اور ریاست کی حیثیت سے دی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ موقع بہم پہنچا دیا کہ آپ ایک آزاد و خود مختار دارالاسلام میں اسلام کے ایک ایک پہلو کو عملی جامہ پہنا کر ساری دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کر دیں کہ اللہ وحدہ لا شریک کا بھیجا ہوا یہ دین کیسے افراد تیار کرتا ہے، کیسا معاشرہ بناتا ہے، کس قسم کی تہذیب اور کس طرح کا تمدن پیدا کرتا ہے، کیسی اخلاقی روح پورے معاشرے میں جاری و ساری کر دیتا ہے، معیشت، معاشرت، تعلیم، سیاست، قانون اور عدالت کا کیسا نظام قائم کرتا ہے، جنگ میں اس کی تہذیب کیا ہے، فتح پا کر وہ مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے، معاہدے کر کے وہ ان کی کیسی پابندی کرتا ہے، اور بین الاقوامی تعلقات میں اس کا رویہ کیا ہے۔ اس نمونے کے خدوخال کیا تھے، اور اس کو عملاً پیش کرنے سے کیا نتائج برآمد ہوئے، یہ ہماری تیسری جلد کا موضوع بحث ہے۔

یہاں پہنچ کر مکی فود کا بیان ختم ہو گیا ہے۔ آگے مکی دور کے لیے مجھے بہت زیادہ تیار کرنا پڑ رہی ہے ابھی اسے گھنٹا شروع نہیں کر سکا ہوں۔ اس لیے کچھ مدت تک ان صفحات میں سیرت سرور عالم کی اشاعت کا سلسلہ بند رہے گا۔ دعا کرتا ہوں، اور قارئین ترجمان القرآن سے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام کو مکمل کرنے کی توفیق اور قوت عطا فرمائے اور اپنی ہدایت و رہنمائی سے نوازے۔

الوالی علیٰ